علامہ شبلی کی سیرت نگاری

امتیاز عبدالقادر☆

علامہ شبلی نعمانیؒ کے مذہبی، تحقیقی، ادبی اور تنقیدی کارنامے نہایت متنوع، گوناگوں اور عظیم الشان ہیں، مگر سیرۃ النبی ﷺ ان کا شاہکار اور عظیم ترین کارنامہ ہے۔ ادبیات اسلامی میں سیرتِ رسولؐ ایک اہم نیم تاریخی، نیم سوانحی صنف ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے بقول مسلمانوں کے بہت سے تاریخی اصول اور سوانحی نظریے سیرت نگاری سے ہی پیدا ہو کر ترقی پذیر ہوئے ہیں(۱)۔ علاوہ ازیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے سیرت رسول ﷺ کی تدوین میں جس احتیاط، دیانت داری اور جرح و تعدیل سے کام لیا ہے، اس کی نظیر دنیا کے انتقادی ادب میں ملنا محال ہے۔ اس پر یہ بھی حقیقت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ پر ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ چنانچہ پروفیسر مارگولیتھ اسی غیر مختتم سیرت نگاری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں(۲):

> *"The biographers of Prophet Mohammad(SAW) form a long series which it is impossible to end but in which it would be honorable to find a place".*
>
> ’’محمد (ﷺ) کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے، جس کا ختم ہونا ناممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابلِ فخر چیز ہے۔‘‘

علامہ شبلی کی سیرۃ النبی ﷺ کی پہلی دو جلدیں ان کی اپنی مرتب کردہ ہیں۔ یہ سادہ سوانح حیات نہیں بلکہ مؤلف کے بنیادی نصب العین کے اعتبار سے اسے دائرۃ المعارف النبویہ کہنا بہتر ہے۔ اپنی مکمل صورت میں یہ سیرت کے موضوع سے نکل کر اسلام کی صداقت اور حقانیت کے موضوع پر ایک کتاب بن جاتی ہے۔ تاہم اس کا سوانحی حصہ اپنی جگہ مکمل اور مفصل ہے۔(۳)

مستشرقین یورپ نے رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو داغ دار کرنے کی جی توڑ کوشش کی ہے اور آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر طرح طرح کے بے بنیاد الزامات لگائے ہیں۔ ان کی تصانیف علامہ شبلی کی دسترس میں تھیں۔ ان کے پیش نظر تھا کہ ’’سلسلۂ سیرۃ النبیؐ‘‘ کی ایک جلد یورپین تصانیف کی وضاحت کے لیے خاص رہے گی، جس میں بتایا جائے گا کہ یورپ نے آنحضرت ﷺ اور اسلام کے متعلق کیا لکھا ہے؟ ان کا سرمایہ معلومات کیا ہے؟ تاریخی واقعات میں وہ کیونکر غلطیاں کرتے ہیں؟ مسائل اسلام کے سمجھنے میں ان سے کیا کیا غلطیاں ہوئیں؟

☆ ریسرچ اسکالر، کشمیر یونیورسٹی (سری نگر)

آنحضرت ﷺ کے اخلاق و عادات یا مسائل اسلام پر جو نکتہ چینیاں کی گئی ہیں‘ ان کے کیا جوابات ہیں؟ (۴)

سیرۃ النبی ﷺ کی پہلی جلد میں کثیر مقامات پر حیاتِ نبویؐ کے متعلق مختلف واقعات کے ضمن میں یورپین مصنفین کے افکار و خیالات سے تعرض کیا گیا ہے اور اسلام و پیغمبر اسلام ﷺ پر ان کے اعتراضات کا بھرپور جواب دیا گیا ہے۔ دو تین مثالیں مندرج ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی قبل بعثت زندگی میں ایک واقعہ بحیرا راہب سے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عمر جب بارہ سال تھی تو اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ آپؐ نے شام (Syria) کا سفر کیا۔ اسی سفر میں بصریٰ کے مقام پر ایک عیسائی راہب جس کا نام بحیرا تھا‘ سے آپؐ کی ملاقات ہوئی تھی۔ اس واقعے کے حوالے سے علامہ شبلی لکھتے ہیں:

> ’’یہ روایت مختلف پیرایوں میں بیان کی گئی ہے۔ تعجب یہ ہے کہ اس روایت سے جس قدر مسلمانوں کو شغف ہے‘ اس سے زیادہ عیسائیوں کو ہے۔ سر ولیم میور‘ ڈریپر‘ مارگیولوس وغیرہ سب اس واقعہ کو عیسائیت کی فتح عظیم خیال کرتے ہیں اور اس بات کے مدعی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مذہب کے حقائق و اسرار اسی راہب سے سیکھے اور جو نکتے اس نے بتا دیے تھے‘ انہی پر آنحضرت ﷺ نے عقائد اسلام کی بنیاد رکھی۔ اسلام کے تمام عمدہ اصول انہی نکتوں کے شروح اور حواشی ہیں۔
>
> عیسائی مصنفین اگر اس روایت کو صحیح مانتے ہیں تو اس طرح ماننا چاہیے جس طرح روایت میں مذکور ہے۔ اس میں بحیرا کی تعلیم کا کہیں ذکر نہیں۔ قیاس میں بھی نہیں آ سکتا کہ دس بارہ برس کے بچے کو مذہب کے تمام حقائق سکھا دیے جائیں‘‘۔ (۵)

ڈریپر اپنی کتاب ’’معرکہ علم و مذہب‘‘ میں یوں افترا بازی کرتے ہیں:

> ’’بحیرا راہب نے بصریٰ کی خانقاہ میں محمد (ﷺ) کو نسطوری عقائد کی تعلیم دی۔ آپ کے ناتربیت یافتہ مگر اخاذ دماغ نے صرف اپنے اتالیق کے مذہبی بلکہ فلسفیانہ خیالات کا گہرا اثر قبول کیا۔ بعد میں آپ کے طرزِ عمل سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ نسطوریوں (عیسائیوں کے ایک مذہبی فرقہ کا نام ہے) کے مذہبی عقائد نے آپ پر کہاں تک قابو پا لیا تھا‘‘۔ (۶)

سر ولیم میور نے بھی نہایت اہتمام سے ثابت کرنا چاہا کہ آنحضرت ﷺ کو بُت پرستی سے جو نفرت پیدا ہوئی اور ایک مذہب جدید کا جو خاکہ آپؐ نے قائم کیا وہ سب اسی سفر اور اس کے مختلف تجربات اور مشاہدات کے نتائج تھے‘ لیکن ظاہر ہے کہ اگر پیغمبر اسلام ﷺ بالفرض ان عیسائی اساتذہ سے تعلیم یافتہ ہوتے تو ناممکن تھا کہ توحید خالص کا وہ ولولہ اور تثلیث سے نفرت کا وہ جوش اُن کے سینے میں پیدا ہوتا جو کہ قرآن کے ہر صفحہ پر نظر آتا ہے۔

مندرجہ ذیل بالا روایت کو ناقابل اعتبار ثابت کرتے ہوئے علامہ رقمطراز ہیں:

> ’’اس روایت کے جس قدر طریقے ہیں سب مرسل ہیں‘ یعنی راوی اول واقعہ کے وقت خود موجود نہ تھا اور اس راوی کا نام نہیں بیان کرتا جو شریک واقعہ تھا......اس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت بلالؓ اور ابوبکرؓ بھی اس سفر میں شریک تھے‘ حالانکہ اس وقت بلالؓ کا وجود بھی نہ تھا اور ابوبکرؓ بچے تھے......‘‘ (۷)

سیرۃ النبی ﷺ کی ایک غایت یہ تھی کہ اس سے اخلاق کی اصلاح و تربیت کا کام لیا جائے۔ شبلی کے نزدیک

اصلاحِ اخلاق کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ نفوسِ قدسیہ کی زندگیوں کو عوام کے سامنے پیش کیا جائے کیونکہ ''دنیا میں آج اخلاق کا جو سرمایہ ہے سب انہی نفوس قدسیہ کا پرتو ہے۔ دیگر اسباب صرف ایوانِ تمدن کے نقش ونگار ہیں''۔ (۸)

اور اس لحاظ سے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ مبارک یقیناً تمام فضائل اخلاق کا مجموعہ ہے' کیونکہ آپ ﷺ کی ہستی کو جامعیت کبریٰ کا درجہ حاصل ہے۔ اس سب سے آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ تمام انسانی ضرورتوں میں اور تمام تمدنی اور انفرادی مسائل میں نصیحت' عبرت اور تربیت کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

ہر دور میں اہل باطل کو' اہل حق کی اخلاقی برتری کو دیکھ کر اپنی صورت کریہہ اور قبیح نظر آتی رہی ہے' اس لیے کبھی توپ وتفنگ کے میدان سجے' تو کبھی اخلاقی برتری نشانہ بنی' اور اس کا پہلا ہدف کاشانۂ نبوتؐ تھا۔ ''واقعۂ اِفک'' ہو (۹) یا ''مسئلہ ایلاء وتخییر'' (۱۰) ان واقعات کو بنیاد بنا کر منافقوں اور مستشرقین نے بے جا اعتراضات کیے۔ علامہ شبلی نے 'واقعۂ ایلاء وتخییر' پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''اس قدر عموماً مسلم ہے اور خود قرآن مجید میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ازواج مطہرات کی خاطر سے کوئی چیز اپنے اوپر حرام کر لی تھی' اختلاف اس میں ہے کہ وہ کیا چیز تھی؟ بہت سی روایتوں میں ہے کہ وہ ماریہ قبطیہ ایک کنیز تھیں۔ جن کو عزیز مصر نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تحفتاً بھیجا تھا...... اگرچہ یہ روایتیں بالکل موضوع اور ناقابل ذکر ہیں' لیکن چونکہ یورپ کے اکثر مورخوں نے آنحضرت ﷺ کے معیارِ اخلاق پر حرف گیریاں کی ہیں' ان کا گل سرسبد یہی ہیں' اس لیے ان سے تعرض کرنا ضروری ہے''۔

آگے مولانا نے مفصل بحث کر کے دکھایا ہے کہ یہ تمام روایات سنداً بہت کم زور ہیں' پھر لکھا ہے:

> ''یہ بحث اصولِ روایت کی بنا پر تھی' درایت کا لحاظ کیا جائے تو مطلق کدوکاوش کی حاجت نہیں۔ جو رکیک واقعہ ان روایتوں میں بیان کیا گیا ہے اور خصوصاً طبری وغیرہ میں جو جزئیات مذکور ہیں وہ ایک معمولی آدمی کی طرف منسوب نہیں کیے جاسکتے' نہ کہ اُس ذات پاکؐ کی طرف جو تقدس و نزاہت کا پیکر تھا' ﷺ''۔ (۱۱)

علامہ شبلی نے سیرت پر یورپین مصنفین کی تصنیفات کا بھی پورا جائزہ لے کر ان کی تدلیسات' تلبیسات اور تحریفات کی پوری پردہ دری کی اور ان مستشرقین کی تین قسمیں بتا کر ان کو اچھی طرح مجروح کر دیا۔ ایک قسم تو وہ ہے جو عربی زبان اور اصل ماخذوں سے تو بالکل واقف نہیں' مگر دوسروں کا سرمایۂ معلومات' تصنیفات اور تراجم کا سہارا لے کر اس مشتبہ اور نامکمل مواد کو قیاس اور میلانِ طبع کے قالب میں ڈھالتے رہتے ہیں۔ دوسری قسم میں وہ ہیں جو عربی زبان اور اسلامی ادب' تاریخ اور فلسفہ سے ضرور واقف ہیں' اسی واقفیت کی بنا پر پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق نہایت دیدہ دلیری سے جو کچھ چاہتے ہیں رقم کرتے ہیں۔ تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کا حال یہ ہے کہ ع ''دیکھتا سب کچھ ہوں لیکن سوجھتا کچھ بھی نہیں''۔ ان کو رد کر کے اپنے حسن عقیدت کے پھول سینکڑوں چمن کدوں سے چن کر آستانۂ نبوت پر چڑھائے۔ اس کتاب کو قلم بند کرنے میں ان کا عقیدت مندانہ اور والہانہ جذبہ اُن پر ضرور چھایا ہوا ہے' لیکن اسی کے ساتھ ان کا انداز مؤرخانہ' محققانہ محدثانہ اور متکلمانہ بھی ہے۔ یہ مستشرقین جس استحکام رائے' منطقی استدلال اور تحقیقی امعانِ نظر سے اپنی کسی بات

کومنوانا چاہتے ہیں‘ علامہ نے اپنے غور وخوض کی قوت‘ محققانہ تجسس‘ عالمانہ تجزیہ وتحلیل اور نتائج کے استنباط کرنے میں اپنے غیر معمولی فہم وادراک کو بروئے کار لاکر پوری کتاب قلم بند کر دی ہے‘ اسی لیے یہ سیرت کی بے مثال کتاب بن گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ترکی اور پشتو‘ انگریزی‘ ملیالم اور عربی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ (۱۲)

مؤرخین وارباب ِسیر ومغازی نے ناگزیر طور پر پیش آنے والے جنگی واقعات کا ذکر اس قدر تفصیل واستقصاء کے ساتھ کیا ہے کہ گویا آپ ﷺ کی زندگی کا مقصد ہی قتال ومحاربہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین اسلام نے رسول اللہ ﷺ کو ایک جنگ جو اور حرب وضرب کا دلدادہ قرار دیا ہے۔ اسلام کے تصور جہاد پر مستشرقین نے اعتراض کیا۔ علامہ شبلی نے اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کا جو مرقع تیار کیا ہے اس سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ آپؐ جنگ جو اور تلوار کے شیدائی نہیں تھے‘ بلکہ رحمۃ للعالمین اور امن وسلامتی کے پیغامبر تھے۔ مال غنیمت اور کشور کشائی کے حریص نہیں تھے‘ بلکہ حق وصداقت کے داعی اور منادی تھے۔ آپ ﷺ میں اور دنیا کے عام سپہ سالاروں اور فاتحوں میں کوئی نسبت ہی نہیں۔

علامہ نے سلسلہ غزوات کی بحث کا آغاز جن جملوں سے کیا ہے‘ وہ ان کے دل کش اسلوب کا شاہ کار اور ادب عالیہ کا نمونہ ہیں:

> ’’کیا عجیب بات ہے‘ ارباب سیر مغازی کی داستان جس قدر زیادہ درازنفسی اور بلند آہنگی سے بیان کرتے ہیں‘ یورپ اسی قدر اس کو زیادہ شوق سے جی لگا کر سنتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ داستان اور پھیلتی جائے‘ کیوں اس کو اسلام کے جور وستم کا جو مرقع آراستہ کرنا ہے‘ اس کے نقش ونگار کے لیے لہو کے چند قطرے نہیں بلکہ چشمہ ہائے خون درکار ہیں۔ یورپ کے تمام مؤرخوں نے سیرتِ نبوی کو اس انداز میں لکھا ہے کہ وہ لڑائیوں کا ایک مسلسل سلسلہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ زبردستی مسلمان بنائے جائیں‘ لیکن یہ خیال چونکہ واقع میں غلط اور سرتاپا غلط ہے‘ اس لیے مغازی کی ابتدا سے پہلے ضروری ہے کہ اس بحث کا فیصلہ کیا جائے‘‘۔ (۱۳)

علامہ شبلی اپنے گل ریز اور عطر بیز قلم سے پیغمبر اور فاتح کا فرق وامتیاز اس طرح بیان کرتے ہیں:

> ’’جہاد کے معرکوں میں گو آپ ﷺ کے ہاتھ میں تیغ وسپر اور جسم مبارک پر خود مغفر ہوتا تھا‘ لیکن اس وقت بھی پیغمبر اور سپہ سالار کا فرق صاف نظر آتا تھا۔ عین اس وقت جبکہ معرکہ کارزار گرم ہے‘ تیروں کا مینہ برس رہا ہے‘ تمام میدان لالہ زار بن گیا ہے‘ ہاتھ پاؤں اس طرح کٹ کٹ کر گر رہے ہیں جس طرح موسم خزاں میں پتے جھڑتے ہیں‘ دشمن کی فوجیں سیلاب کی طرح بڑھی آ رہی ہیں‘ عین اسی حالت میں آنحضرتؐ کا دست دعا آسمان کی طرف بلند ہے‘ جنگ آور باہم نبرد آزما ہیں اور سر مبارک سجدۂ نیاز میں ہے۔ معرکۂ بدر میں حضرت علیؓ عین شدتِ جنگ میں تین بار خبر لینے آئے اور ہر دفعہ دیکھا کہ وہ مقدس پیشانی خاک پر ہے‘ فوجیں تیروں کا مینہ برسا رہی ہیں اور لڑائی کا فیصلہ نہیں ہوتا‘ فاتح بے سلاح زمین سے مٹھی بھر خاک اُٹھا لیتا ہے اور دشمن کی طرف پھینکتا ہے‘ دفعتاً فوجوں کا بادل پھٹ کر مطلع صاف ہو جاتا ہے‘‘۔ (۱۴)

سیرۃ النبی ﷺ میں انیسویں اور بیسویں صدی کے مخصوص علمی نظریات وافکار کا اثر نمایاں ہے مزید برآں مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقے کے خاص رجحانات بھی‘ جو سرسیّد کے زیر اثر اور ان کے زمانے میں کسی حد تک مسلّم

ومقبول تھے‘ کتاب پر چھائے ہوئے ہیں۔ بقول سید عبداللہ:

’’اسلامی لڑائیوں کا خصوصاً آنحضرت ﷺ کے غزوات کا مدافعانہ ہونا یہ عقیدہ اس دور میں نہایت راسخ اور محکم تھا۔ شبلی نے اسی کو اصول و اساس بنا کر یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پیغمبر تھے‘ سپہ سالار نہ تھے اور یہ بھی کہ آپؐ نے جنگ کو‘ جو بظاہر ایک ظالمانہ کام ہے‘ اس قدر پاک اور منزّہ کر دیا کہ وہ اصل عبادت بن گئی‘ مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس کا مقصد ملک گیری نہ ہو بلکہ انسانی ہمدردی اور کمزوروں کی حمایت اس کی غایتِ اصلی ہو‘‘۔ (۱۵)

عرب کی قدیم تاریخ‘ اس کے اقوام وقبائل‘ اس کی حکومتوں‘ اس کے تمدن وتہذیب اور مذاہب وغیرہ کا ذکر کر کے دکھایا ہے کہ اسلام سے پہلے اس کی اور دنیا کی کیا ابتر حالت تھی اور اس کا اقتضا کیا تھا:

’’یہ حالت صرف عرب کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ تمام دنیا میں یہی تاریکی چھائی ہوئی تھی‘ کیا اس عام ظلمت‘ اس عالم گیر تیرگی‘ اس وسیع اور ہمہ گیر تاریکی میں ایک آفتاب عالم تاب کی حاجت نہ تھی؟‘‘(۱۶)

محمد ﷺ ایک فلسفی نہیں تھے‘ نہ کسی مدرسے کے مدرس‘ آپؐ شاعر تھے نہ صوفی‘ بلکہ آپؐ نئی انسانیت اور نئے سماج کے معمار بن کر اُٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک دورِ تاریخ اور ایک نئی صالح دنیا ہمارے لیے پیدا کر دی۔ آپ ﷺ کی سیرت انفرادی سیرت نہیں ہے‘ آپؐ کا کارنامہ ایک ذات تک محدود کارنامہ نہیں ہے‘ آپؐ کا مسلک ایک شخصِ واحد کا پرائیویٹ مسلک نہیں ہے۔ وہ سیرت ایسی سیرت ہے جو ایک تحریک بن کر ہمارے سامنے آتی ہے۔ وہ کارنامہ ایسا کارنامہ ہے جو سلطنتوں کو فتح کرتی ہوئی ریاست کی صورت میں ملتا ہے‘ وہ اسوہ اور نمونہ‘ وہ سنت اور مسلک ایک ایسا فانوس جو ہزاروں مجلّہ آئینوں میں منعکس ہوتا ہوا ہمارے سامنے آتا ہے۔ ایسی منتخب روزگار عملی ہستیوں کے کارناموں کی داستانیں سینکڑوں دماغوں کے اوراق پر لکھی جاتی ہیں اور ہزاروں دلوں کے صفحات پر کندہ ہوتی ہیں۔ نعیم صدیقی مرحوم کے الفاظ میں:

’’ان کی بولی بے شمار زبانیں بولتی ہیں‘ ان کی چال بے شمار قدم چلتے ہیں‘ ان کا زاویہ نظر بے شمار آنکھیں اختیار کر لیتی ہیں‘ ان کے جذبات بے شمار سینوں میں موجزن ہو جاتے ہیں۔ ان کا طرزِ فکر ہزاروں دماغوں میں گھر کر لیتا ہے‘ ان کی داستانوں کے اوراق وقت کے سارے چمن میں بکھر جاتے ہیں‘ کسی کو لالہ اپنے سینے سے لگائے ملتا ہے‘ کسی کو نرگس آنکھوں پر رکھ لیتی ہے...... ان کی سیرت وسوانح اور ان کے اسوہ وسنت کو پڑھنے نکلیے تو ان کی ترتیب دی ہوئی جماعت کی کتاب پڑھیے۔ ان کے تعمیر کردہ سماج کا روزنامچہ مطالعہ فرمائیے اور ان کے ملفوظات ومعمولات کو جا کر ان کے دور کی دُور دُور تک پھیلی تاریخ سے برآمد کیجیے۔ وہ سماج اور وہ جماعت اور وہ ریاست ہی ان کے کارنامے کو آگے منتقل کرنے کا اصل جامع ذریعہ ہے جسے ایسے لوگ تعمیر کر کے جاتے ہیں‘‘۔ (۱۷)

’فتنۂ انکارِ حدیث‘ اپنے دورِ شباب کو عباسی عہد میں پہنچا جبکہ کوبہ کو مئے ومغاں اور مجلس مجلس رقص ورباب کے دور چلتے تھے۔ لونڈیوں کے لشکر درباروں میں بھرتی کیے جانے لگے‘ عیسائی اور یہودی خاص اہتمام سے عورتوں کو اپنے کاروباروں اور اداروں میں اور میخانوں میں رکھ کر نوجوانوں خصوصاً شاعروں کو لطف زندگی کا درس دیتے اور مسلم معاشرے کی اخلاقی قدروں اور حیادارانہ کلچر کی تباہی کی مہم چلائے ہوئے تھے۔ عباسی دور

میں جب یونانی لٹریچر لایا گیا' اس کے ترجمہ سے تحریک عقلیت (Rationalism) نمودار ہوئی۔ اس نے ایک بحث یہ پیدا کر دی کہ پیغمبروں اور الہامی کتب ہدایت کے بغیر بھی آدمی اپنی فطرت کے تقاضے اور عقل کی کاوشوں سے ہدایت کی راہ پا سکتا ہے اور اسے آخرت میں خدا کی رضا حاصل ہو سکتی ہے۔ اس نقطۂ نظر نے طبقۂ اہل خرد کے دینی شعور' جو کہ کمزور ہو چکا تھا' میں اس رجحان کو ضم کر دیا کہ عقل نہ صرف ہدایت کے لیے کافی ہے بلکہ نصوصِ قرآن کی تعبیر کرنے والی بالاتر اتھارٹی ہے اور یہی احادیث کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ کرنے والی عدالت کی چیف جسٹس بھی ہے۔ اس طرح خوبصورتی سے مسلم سوسائٹی میں ''دُنیویت'' اور دین کی غیر محسوس علیحدگی کی کچی سڑک کو سیکولرزم (Secularism) کے موٹروے میں بدل دیا گیا۔ تحریک عقلیت ہادمِ دین اور غارت گر احادیث ثابت ہوئی۔ علامہ شبلی نے منطقی طور پر عقل کی محدودیت اور اس کی بندشوں کو مبرہن کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت پر جو عقلی شبہات و اعتراضات مغربی مفکرین نے کیے' اُن کی قلعی علامہ شبلی نے اپنی سیرت میں کھول دی۔

ہر دور کے عقل پرستوں نے جب بیرونی اثرات کے تحت سوچنا شروع کیا تو آہستہ آہستہ انہوں نے اپنی عقلیت کو کتاب و سنت کے مقابلے میں بالاتر اتھارٹی بنا لیا۔ ایسے عناصر شریعت کے اصولوں کو مسخ کرنے کے لیے ایک طرف سنت سے بغاوت کا آغاز کرتے ہیں' حدیث سے روگردانی کرتے ہیں اور پھر قرآن کی آیات سے اپنی پسند کے مفاہیم کھینچ تان کر نکال لاتے ہیں۔ ماضی میں معتزلہ کا مزاج بھی یہی تھا اور موجودہ عہد میں ماڈرن ازم' لبرل ازم اور سیکولرازم کی افواج کے لیے سڑکیں اور پل بنانے والی سفر مینا رجمنٹ کا بھی یہی طرزِ عمل ہے۔ جب بھی کبھی کوئی فتنہ اٹھتا تو اس کے سامنے امت کا صالح عنصر سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کی موجوں کا زور توڑ کے اس کا رُخ بدل دیتا ہے۔ نیز ہر فتنہ اس امر کا باعث ہوا ہے کہ تاریخ کی درخشاں شخصیتیں اور تابندہ کردار ابھرتے ہیں' جن کی لمعانی آج بھی ہمارے لیے ایمان پرور ہے اور ایسا وقیع لٹریچر اسلامی اصول و احکام کے متعلق مرتب ہوا ہے جو ہمیشہ کے لیے سرچشمۂ فیض بن گیا ہے۔ کچھ یہی کام علامہ شبلی کی 'سیرۃ النبی ﷺ' نے بھی کیا۔

رسول کریم ﷺ پر کثرتِ ازدواج کی وجہ سے مغربی مفکرین نے بے ہودہ الزامات لگائے تو ان کا جواب دیتے ہوئے شبلی لکھتے ہیں:

> ''رسول اللہ ﷺ نے ۵۳ برس تک حضرت خدیجہ ؓ کے سوا' جو شادی کے دن ۴۰ برس کی تھیں' کسی سے شادی نہیں کی۔ یہ شباب کا نہیں بلکہ انحطاط کا زمانہ ہے' اس لیے اگر مقصود ہوائے نفس ہوتی تو اس زمانے میں شادیاں کی ہوتیں۔ جو شادیاں کیں اکثر پولیٹیکل تھیں' یعنی ان کے ذریعے بڑے بڑے عرب قبائل سے اتحاد پیدا ہوا اور ان میں اسلام پھیلا''۔

عیسائی متعصب مستشرقین نے حضرت زینبؓ سے آنحضرت ﷺ کے نکاح کو نہایت رنگ آمیزی سے لکھا ہے۔ علامہ نے اصل واقعہ کو تفصیل سے لکھ کر دکھایا ہے کہ حضرت زینبؓ سے آپ ﷺ کے نکاح سے جاہلیت کی ایک قدیم رسم متبنیٰ' جو کہ اصلی بیٹے کا حکم رکھتا تھا' مٹ گئی۔ اس پر منافقوں اور بدگویوں نے بہت طعنے دیے۔ اس پر علامہ کا تبصرہ رعنائی بیان کا نمونہ ہے' لکھتے ہیں:

''واقعہ کی اصلی اور سادہ حقیقت یہ تھی۔ مخالفوں نے اس واقعہ کو جس طرح بیان کیا ہے گو سرتاپا کذب وافترا ہے' لیکن ہم کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے رنگ آرائی کے لیے سیاہی ہمارے ہی ہاں سے مستعار لی ہے''۔ (۱۸)

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے فتح مکہ تک صنادید قریش نے آپ ؐ کے ساتھ سخت ظلم و جور روا رکھا۔ علامہ نے اہل مکہ کے ساتھ آپ ؐ کے عفو عام کی یوں تصویر کشی کی ہے:

''خطبہ کے بعد آپ ﷺ نے مجمع کی طرف دیکھا تو جبارانِ قریش سامنے تھے' ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام مٹانے میں سب سے پیش رو تھے' وہ بھی تھے جن کی زبانیں رسول اللہ ﷺ پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں' وہ بھی تھے جن کے تیغ وسنان نے پیکر قدسی ﷺ کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں' وہ بھی تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے' وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آنحضرت ﷺ کی ایڑیوں کو لہولہان کر دیا کرتے تھے...... وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی ریت پر لٹا کر ان کے سینوں پر آتشیں مہریں لگایا کرتے تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور خوف انگیز لہجہ میں پوچھا ''تم کو کچھ معلوم ہے؟ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟''

یہ لوگ اگرچہ ظالم تھے' شقی تھے' بے رحم تھے' لیکن مزاج شناس تھے' پکار اٹھے کہ:

اَخٌ کَرِیمٌ وابْنُ اَخٍ کَرِیْم"

تو شریف بھائی ہے اور شریف برادرزادہ ہے۔

ارشاد ہوا:

لاتثریب علیکم الْیوم اِذھبوا فانتم الطلقاء

تم پر کچھ الزام نہیں' جاؤ تم سب آزاد ہو'' (۱۹)

اربابِ سیر کے خیال میں گو آپ ﷺ نے اہل مکہ کو امن عطا کیا تھا' لیکن دس شخصوں کی نسبت حکم دیا کہ جہاں ملیں قتل کر دیے جائیں۔ ان میں متعدد ایسے تھے کہ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ آپ ﷺ کو مکہ میں ستایا کرتے تھے اور آپ ؐ کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے۔ ان میں ایک دریدہ دہن عورت بھی تھی۔ علامہ شبلیؒ کے نزدیک محدثانہ تنقید کی رو سے نہ یہ بیان صحیح ہے اور نہ روایت و درایت کے لحاظ سے یہ بالکل قابل اعتبار ہے۔ درایت کے اعتبار سے واقعہ پر تبصرہ جس مؤثر پیرایہ میں کیا ہے' ملاحظہ ہو:

''اس جرم کا مجرم تو سارا مکہ تھا۔ کفارِ قریش میں سے (بجز دو چار کے) کون تھا جس نے آنحضرت ﷺ کو سخت سے سخت ایذائیں نہیں دیں؟ با ایں ہمہ انہی لوگوں کو یہ مژدہ سنایا گیا کہ ''انتم الطلقاء''۔ جن لوگوں کا قتل بیان کیا جاتا ہے وہ تو نسبتاً کم درجے کے مجرم تھے۔ حضرت عائشہ ؓ کی یہ روایت صحاح ستہ میں موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ خیبر میں جس یہودی عورت نے آپ ؐ کو زہر دیا اس کی نسبت لوگوں نے دریافت بھی کیا کہ اس کے قتل کا حکم ہوگا؟ ارشاد ہوا کہ نہیں! خیبر کے کفرستان میں ایک یہودیہ زہر دے کر رحمت عالم ﷺ کے طفیل سے جاں بر ہو سکتی ہے' تو حرم میں اس سے کم درجہ کے مجرم عفو نبوی سے کیوں کر محروم رہ سکتے ہیں''۔ (۲۰)

اس کے بعد شبلی نے وضاحت کی ہے کہ اس موقع پر ابن خطل اور مقیس وغیرہ کو قصاص میں قتل کیا گیا۔

یوں تو شبلی کی بیشتر تصانیف کو وقت کی گرد ماند نہیں کر سکی ہے لیکن سیرۃ النبیؐ وہ تصنیف ہے جس کی چمک میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہا ہے۔ اس شاہکار اور کارنامہ اعظم کے اسلوب میں سلاست ولطافت بھی ہے' روانی اور رعنائی بھی' شگفتگی' دلکشی بھی ہے' ایجاز واختصار کا وصف بھی ہے اور استقلال ومنطقیت بھی' طنز کی کارفرمائی بھی ہے اور رچا ہوا تاریخی شعور بھی' طرزِ ادا کی جدت بھی ہے اور تحریر کی حلاوت بھی۔ اسلوب کی یہی کشش ہے جو دامنِ دل کو کھینچتی ہے کہ جا ایں جا است۔

حواشی

(۱) سر سید احمد خان اور ان کے نامور رفقاء' ص ۱۳۸۔

(۲) *Mohammad (P.b.u.h) pg.3 by Margoloith*

(۳) سر سید احمد خان اور ان کے نامور رفقاء' ص ۱۳۹

(۴) سیرۃ النبیؐ ۔ جلد ۱' ص ۱۰۳۔۱۰۲

(۵) ایضاً۔ ص ۱۱۹

(۶) بحوالہ ایضاً۔ ص ۱۱۹

(۷) ایضاً۔ ص ۲۰۔۱۱۹

(۸) ایضاً۔ ص ۲۔۱

(۹) سورۃ النور: آیت ۱۰

(۱۰) سورۃ تحریم: آیت نمبر ۱

(۱۱) سیرۃ النبیؐ ۔ جلد ۱' ص ۳۳۵

(۱۲) مولانا شبلی پر ایک نظر' ص ۱۲۲ از سید صباح الدین عبدالرحمان

(۱۳) سیرۃ النبیؐ ۔ جلد ۱' ص ۱۸۹

(۱۴) ایضاً' ص ۳۶۶

(۱۵) سر سید احمد خان اور ان کے نامور رفقاء' ص ۱۴۱

(۱۶) سیرۃ النبیؐ ۔ جلد ۱' ص ۱۲۸

(۱۷) رسولؐ اور سنت رسولؐ ۔ ص ۱۹۵

(۱۸) سیرۃ النبیؐ ۔ جلد ۱' ص ۴۴۳

(۱۹) ایضاً' ص ۵۲۰

(۲۰) ایضاً' ص ۵۲۴

❀❀❀